فائزہ افتخار

ہمسفر کسی کا

"سدرہ نے جو تجویز پیش کی تھی اس نے سب کو پُرجوش کردیا۔ نائلہ جسے نئی نئی ایکٹی ویٹیز سب سے زیادہ بھاتی تھیں۔ برہہ چڑھ کے تائید کرنے لگی۔

"یہ ٹھیک رہے گا۔ یار' فزیکلی فٹ رہنا آج کے دور میں کتنا ضروری ہے۔ گھر کے کاموں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ' مہمانداری' بچے۔ کھانے پینے کا کوئی لگا بندھا معمول رہ ہی نہیں سکتا' ایسے میں کوئی ڈائٹ کنٹرول کرے تو کیسے؟ اتنے بڑے کنبے میں رہتے ہوئے اپنے لیے الگ سے بغیر آئل کے کم کیلوریز والی چیزیں پکائیں تو کیسے؟ اور رہی ایکسرسائز تو وہ بھی سستی کی نذر ہوجاتی ہے۔ چند لمحے جو فرصت کے ملتے ہیں' ان میں بس کمر سیدھی کرنے کو جی چاہتا ہے۔ ہاں اگر باقاعدہ روٹین بنا کے کسی کی مینٹی میں ایسا کیا جائے تو شاید باقاعدگی سے ہوسکے۔"

"اور اس طرح بوریت بھی کم ہوگی۔" ثمن نے سر ہلایا۔ "ورنہ ایک بار ایک میگزین سے دیکھ کر چند آسان ایکسرسائز کرنے کی کوشش کی تھی۔ دس منٹ تک کرنا مشکل ہوگیا تھا۔ دو تین بار کرنے سے ہی دل اوب گیا۔"

"نہیں' ایروبکس میں ایسا نہیں ہوگا۔ میں جب امی کی طرف رہنے گئی تھی تو ایک انسٹرکٹر کے ساتھ چند دن کیں۔ تھکان بالکل نہیں ہوتی اور بوریت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تین چار مرتبہ کے ساتھ قدم سے قدم ملا کے آسان ترین اسٹیپس کیے ہوتے ہیں' اور دیکھو پندرہ دن میں میرا ریزلٹ بڑی جلدی نکلتا ہے۔"

فگر کتنا شیپ میں آگیا ہے۔"

اس نے پہلے سے فٹنگ والی قمیص کو کمر سے اور کھینچ کے اپنی اسمارٹ نیس ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

نائلہ نے ہلکی سی توصیفی ۔۔۔ "اوہ۔" بلند کی اور نشاط رشک و حسد کے ملے جلے جذبات کے ساتھ دیکھ کے رہ گئی۔ اسے وزن کم کرنے کی ضرورت سب سے زیادہ تھی۔ لڑکپن سے ہی اس کا بدن فربہی کی جانب مائل تھا اور اب شادی کے پانچ سالوں میں یکے بعد دیگرے تین بچوں کی پیدائش نے اسے دور دور تک پھیلا کے رکھ دیا تھا۔

نائلہ کا جسم متناسب تھا مگر وہ فطرتاً" مہم جو تھی اور ہر نئے کام میں ہاتھ ڈالنا پسند کرتی تھی کچھ اس کے اندر مقابلے کا رجحان بھی تھا۔ اب اگر سدرہ پندرہ دن میکے رہ کے اپنی بہن سے ایروبکس کی چند کارآمد مشقیں سیکھ آئی ہے اور اپنے فگر کو پہلے سے زیادہ دلکش شکل دے کر خود کو مزید تین چار سال پیچھے دھکیل آئی ہے تو وہ کیوں پیچھے رہے۔

ثمن کا وزن نشاط سے بہرحال کم ہی تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کا قد بھی کم تھا جس کی وجہ سے معمولی بڑھا ہوا وزن بھی اسے بھاری بھرکم دکھاتا تھا اس لیے سدرہ کی آفر پہ وہ بھی غور کرنے لگی۔ اور وہ آفر یہ تھی کہ وہ سب دن میں کسی بھی وقت ایک گھنٹے کے لیے اکٹھی ہوجایا کریں' اور سدرہ کی ہدایات میں ایروبکس کریں۔ اس طرح کمپنی ملنے سے سب کا دل بھی چاہے گا اور روٹین بھی سیٹ رہے گی اور کیا

ڈیشن سے ان میں جلد از جلد دوسروں سے پہلے مظلوم
بننے کا حاصل کرنے کی امنگ بھی پیدا ہوگی۔ اس مقصد
کے لیے صدف نے اپنے فلیٹ میں آنے کی دعوت دی
تھی۔ اسے ایسا کرنے میں خاص مشکل اس لیے نہ
تھی کہ وہ اکیلی رہتی تھی۔ اکیلی سے مطلب یہ کہ ساس
سسر وغیرہ وغیرہ تھے نہیں۔ اس کا شوہر بھی کسی کام کے
سلسلے میں دو ماہ کے لیے ملائشیا گیا ہوا تھا۔ ایک مہینہ
اس نے اپنے میکے اور جیٹھ کے گھر آدھا آدھا گزارا
تھا۔ مگر اب برسوں ہی وہ گھر لوٹ آئی تھی۔ باقی کا ایک
مہینہ اکیلے ہی گزارنے کے لیے۔ اس کی امی نے اپنی
ملازمہ اس کے ساتھ کردی تھی تاکہ اسے
دوسرا بٹ ہو۔ دراصل شادی کے ڈھائی سال بعد بھی
اب تک اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔

مشکل تو ان باقی تینوں کو تھی۔ نشاط کے اوپر تلے
کے بچے کافی چھوٹے تھے۔ اس کے گھر میں سسرالیوں
کے نام پہ صرف ایک ساس تھیں جو بچوں کی تھوڑی
بہت دیکھ بھال کرلیتیں مگر تب جب نشاط گھر کے کسی
کام وغیرہ میں مصروف ہو' یہ انہیں منظور نہ تھا کہ وہ تو
پوتے پوتیوں کو کھلاتی رہیں اور بہو صاحبہ بچے ان کے
سپرد کرکے لمبی تان کے سوجائیں۔ رسالہ پڑھیں' یا
شاپنگ پہ نکل جائیں۔ ویسے بھی وہ عبادت گزار سی
خاتون تھیں۔ زیادہ تر وقت نوافل اور وظائف میں
گزارنا پسند کرتیں۔ برسوں ہی وہ عمرہ کرنے جارہی
تھیں۔ ریاض میں ان کی بڑی بیٹی بھی رہتی تھی۔ اس
کے پاس بھی چند دن گزارنے کا ارادہ تھا ایسے میں نشاط
گھر سے نکلنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

نائلہ اور ثمن جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہتی تھیں۔
دونوں کے دو دو بچے تھے۔ انہیں بھی مشکل تک رہا تھا'
گھر سے ایک گھنٹے کے لیے بھی روز نکلنا۔ اور وہ بھی
تین ہفتوں تک۔

[illegible]

ارے سارا دن تو کام نہیں چلتے' تم خود آلکس کررہی
ہو' ایک گھر کو ایک دو [illegible]
اس وقت آجایا کرو' کون سا کوئی رکشہ یا ٹیکسی کرنی ہے

[illegible] واپسی۔

☆ ☆ ☆

آج پہلا دن تھا۔

"تمہاری ماما نہ ہونے کی صورت میں تمہیں کون سنبھالے گا؟" نشاط نے اس سوا سترہ سالہ بے فکری سی نظر آتی دبلی پتلی لڑکی کو دیکھ کے پوچھا۔

"یہ نہ ہو کہ تنگ آ کے مارنا شروع کر دے۔" ثمن کو بھی خدشہ تھا اس کے بچے حد سے زیادہ شرارتی تھے۔

"کھلونے دے کر۔ بہلاوے میں سے بڑے تینوں کو۔ تمہارے دونوں بچے نانا کے بچوں کے ہم عمر ہیں، شاید کچھ بڑی بیٹی بھی ان سے برابر ہی ہو گی۔ ہاں دونوں چھوٹوں [illegible] میں لے کے بیٹھ جائے گی۔ ساتھ بھی دے [illegible] گا۔ اسے اور کچھ نہیں چاہیے [illegible] چاہے کسی ڈرامے [illegible] اسے سر [illegible] کہہ [illegible] فیئر ملکی [illegible] عادت بیان [illegible]

"اچھا ہے [illegible] تو کارٹونز [illegible] ان [illegible] کھیلتے ہی [illegible] رائے دیتے [illegible] انہیں [illegible] یہ نہ ہو نانا کے [illegible] کے بجائے [illegible]

"اور میری ساس نے تو [illegible] انہیں [illegible] انہیں [illegible] کا پتا۔ وہاں [illegible] ہیں۔ یہ نہ ہو نانا کے [illegible]

[illegible] سدرہ نے اکساہٹ سے کہا۔ "کچھ نہیں ہوتا۔ [illegible] فیملی [illegible] نہ

مار کٹائی۔ فلموں سے دور رکھا جائے' یہ بات سمجھ میں بھی آتی ہے بھلا یہ سیدھے سادے گھریلو مسائل پہ مبنی ڈرامے بچوں کے اخلاق پہ کس طرح اثر انداز ہو سکتے ہیں؟"

اور یوں چاروں نے بچوں کو سپرد کیا کوثر کے۔ اور کوثر نے انہیں اور خود کو کیبل کے سپرد کیا۔ خود وہ چاروں دل بھی سے ایروبکس کی کلاسز لینے لگیں۔ جتنا خوف تھا' ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ نہ بچوں کے آپس میں جھگڑنے کی خبر سنائی دی۔ نہ کسی توڑ پھوڑ کی شکایت۔ بچوں نے بھی اس روٹین پہ کوئی ناپسندیدگی ظاہر نہ کی۔ یوں اطمینان سے تین ہفتے گزر گئے۔ چاروں نے اپنے مطلوبہ نتائج خاصی حد تک حاصل کر لیے تھے۔

"کاش بچوں کی چھٹیاں کچھ دیر اور چلتیں۔ میری کمر دو انچ مزید کم ہو جاتی' ویسے ڈمپل چن تو تقریباً غائب ہو گئی ہے ناں؟" ثمن نے تائید چاہی۔

"ہاں مگر تمہاری تھائیز بہت ہیوی ہیں۔ ان کا کچھ کرو۔ تھوڑا پہ کچھ دیر ضرور یہ والی ایکسرسائز کرنا۔" سدرہ نے ایک اسٹیپ لے کے دکھایا۔

"میری تو صرف بڑی والی زرشہ ہی اسکول جاتی ہے۔ وہ بھی بارہ بجے تک' ٹیوشن کا بھی مسئلہ نہیں۔ ہاں اگر میری ساس اتنی جلدی واپس نہ آ رہی ہوتیں تو میں چند دن اور تمہارے ہاں آتی۔ اکیلے کرنے کو دل نہیں مانتا۔" نشاط نے کہا۔ باقی دونوں کے بچوں کی تو اسکولنگ شروع ہو رہی تھی۔ پھر وہی پرانی روٹین' ڈیڑھ دو بجے تک بچوں کی واپسی۔ تین بجے تک بمشکل نہا دھو کے لنچ سے فارغ ہوتے ہیں۔ ایک گھنٹہ آرام بھی ضروری ہوتا ہے تاکہ شام کو تازہ دم ہو کے ہوم ورک کیا جا سکے۔ ایسے میں اب وہ آسانی کہاں کہ دوپہر تین بجے انگلی پکڑی بچوں کی اور نکل پڑے۔ اس لیے نہ چاہتے ہوئے بھی یہ کلاس ختم کرنا پڑی۔ آخری دن تینوں نے اپنی خوشی سے کوثر کو ایک ایک سو روپیہ اور اپنا ایک ایک پرانا جوڑا دیا۔

"بھئی' تم نے بڑے پیار سے ہمارے بچوں کو

[illegible]

☆ ☆ ☆

[illegible] خوشی
[illegible] سسرال کے [illegible]
[illegible] زیادہ تر اس کے سسرالی
[illegible] اس کی چہیتی نندیں اپنے اپنے شوہر اور
[illegible] اس کی ساس کے بھائی بہن چند
[illegible] کھانے
ایک مہمان اس کے میکے سے بھی آئے تھے۔ کھانے
کے بعد چائے کا دور چل رہا تھا۔ نشاط کی ساس
مبارکبادیں وصول کرتے ہوئے سب عزیز و اقارب کو
اس یادگار ملاقات اور بابرکت سفر کی روداد عقیدت سے
چور لہجے میں سنا رہی تھیں۔ ان کی آواز کہیں کہیں
شدت جذبات سے کپکپا جاتی۔ کہیں روضۂ رسول
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جالی تھامنے کا ذکر کرتے
ہوئے اور کہیں خانہ کعبہ کے آگے سربسجود ہونے کا
بتاتے ہوئے ان کے آنسو بہہ نکلتے اور سننے والوں کی
آنکھیں بھی نم ہو جاتیں۔ دل ہی دل میں سب اس
سعادت کو حاصل کرنے کی دعائیں مانگ رہے تھے اور
دھیان سے ان کو سن رہے تھے جو پُرنور چہرے پہ آنسو
اور مسکراہٹ کا امتزاج لیے ایک گھٹنے پہ اپنی نواسی اور
گود میں سب سے چھوٹے پوتے یعنی نشاط کے آٹھ ماہ
کے بیٹے کو گود میں لیے ہوئے تھیں۔ اچانک ساتھ
والے کمرے سے چار سالہ زرشہ نکلی اس نے بڑی
مشکل سے گود میں اپنے ڈھائی سالہ بھائی کو اٹھا رکھا
تھا۔

"دادو۔۔۔ یہ دیکھیں' یہ دیکھیں۔ میں نے بھائی کو
[illegible] کیا بتایا؟" اس نے [illegible] جھومتے ہوئے بھائی
کو ان کے سامنے ہاتھ کا ٹھمکا لگا کے کھڑا کیا۔ بچے کی ذرا ذرا
مسکراہٹ' خاموش آنکھیں [illegible] کر رہی تھی کہ دونوں کچھ خاص کر کے آئے ہیں۔ ان
کی توجہ بچوں کی طرف ہو گئی اور [illegible] جو لب سے

توجہ سے انہیں سن رہے تھے' وہ بھی ان کی جانب
متوجہ ہو گئے۔
"کیا بتایا ہے میری زری نے؟" وہ سمجھیں' ہوگی
کوئی ڈرائنگ' کوئی کارنون وغیرہ۔
"چپلو' شان کر کے دکھاؤ۔" زرشہ نے بھائی کو ٹہوکا
دیا۔
شان نے کمر کے پیچھے باندھے ہاتھ آگے کر کے
کھولے اور کھڑے کر دیے ——— اس کی ہتھیلیاں
لپ اسٹک سے سرخ تھیں۔ اب اس نے ایک ٹانگ
اوپنی کر کے دوسری ٹانگ کے گھٹنے پہ رکھ لی۔ یوں وہ
ایک ٹانگ پہ کھڑا ہو کر گا رہا تھا۔ ساتھ ہی اس نے زبان
بھی باہر نکال لی جو لپ اسٹک یا کسی اور رنگ سے سرخ
ہو رہی تھی۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔
"یہ کیا کر رہے ہو؟" دادی نے پوچھا۔
"دادو! میں نے بھائی کو "ماں کالی" بنایا ہے۔"
زرشہ نے فخر سے بتایا۔ سب کو چائے پیش کرتی نشاط کا
ہاتھ کانپ سا گیا۔ اس نے گردن گھما کے دیکھا۔ اس
کی ساس کا رنگ اڑا ہوا تھا اور زرشہ بھائی کے آگے
جھکی اپنی توتلی آواز میں گا رہی تھی۔
"جے ماں کالی۔۔۔ جے ماں کالی۔ شکتی والی۔"
کمرے میں موجود حیرت سے تکتے مہمانوں کے
سکوت کو سب سے پہلے نشاط کی ممانی ساس نے توڑا۔
"توبہ۔۔۔ دادی عمرہ کر کے لوٹیں اور پوتی یہ حرکت
کر کے۔"

☆ ☆ ☆

شمن بھرے پُرے سسرال میں رہتی تھی اور سب
سے بڑی بہو تھی۔ ساس سسر کے علاوہ دو غیر شادی
شدہ دیور اور ایک نند بھی ساتھ رہتی تھی۔ اس کے
بچے گھر بھر کے لاڈلے تھے۔ چچاؤں کے بھی اور
پھوپھی کے بھی۔ شمن کا ایک دیور ہوس جاب کر رہا تھا
اور دوسرا ابھی کالج میں تھرڈ ایئر کا اسٹوڈنٹ تھا۔ بچے
ان بچوں کے ساتھ دونوں چچا بچے رہتے
اس دن وہ ڈھلے ہوئے کپڑے سنبھال رہی تھی کہ

دونوں بچے کمرے میں اودھم مچا رہے تھے۔ تنگ آ کے اس نے چھوٹے والے انس کو دو تھپڑ جڑ دیئے جو بار بار بیڈ سے صوفے پہ اور صوفے سے بیڈ پر چھلانگیں مار رہا تھا۔ وہ حلق پھاڑ کے رونے لگا۔ اب ثمن گھبرا گئی۔ جانتی تھی اس کے رونے کی آواز باہر دادا' دادی تک گئی تو ان کے طویل لیکچر شروع ہو جائیں گے۔

"خدا کا واسطہ ہے۔ بند کرو اپنا بھونپو۔" اس نے الماری میں سے ڈھونڈ ڈھانڈ کے چاکلیٹ بھی برآمد کی۔

"اس طرح رو رہے ہو جیسے بڑا ظلم توڑ دیا ہو۔ جب پیار کرتی ہوں' شاپنگ کراتی ہوں' آؤٹنگ پہ لے جاتی ہوں۔ تب تو ایک لفظ شکریہ یا پیار کا نہیں کہا' اب ایک تھپڑ پہ رونا ہی بند نہیں ہو رہا۔" تنگ آ کے اس نے اس کو چپ کرانے کی کوشش چھوڑ دی۔

"اور کیا؟ ماما ہیں' کبھی کبھی مار لیتی ہیں تو کیا ہوا؟ اتنا پیار بھی تو کرتی ہیں۔" بڑے والے نو سالہ عتبہ نے ماں کی طرف داری کرنے کی کوشش کی۔ "ارے پاگل' جس ماں نے نو مہینے تجھے کوکھ میں رکھا' اس کے ساتھ ایسا کرتے ہیں۔"

ثمن کا تو جیسے دماغ ہی گھوم گیا۔

"کیا۔۔۔ کیا بکواس کر رہے ہو عتبہ؟"

"ماما! اسے بتا رہا ہوں کہ۔۔۔" مگر دروازے پہ ہونے والی دستک نے اس کی بات ادھوری رہنے دی۔ ثمن کے دونوں دیور باہر سے لوٹے تھے اور حسب عادت سب سے پہلے اپنے بھتیجوں کے پاس چلے آئے تھے۔ عتبہ کے منہ سے ایک غیر متوقع عجیب سی بات سن کے وہ حیران بھی ہوئی تھی اور غصہ بھی آیا تھا۔ مگر فی الحال بات دبا گئی۔

"ذرا احمد اور ناصر باہر نکلتے ہیں' پھر کان کھینچتی ہوں' بڑے فلمی ہو رہے ہیں۔" اس نے سوچا۔

"اوئے چھوٹو! تجھے کیا ہوا ہے؟ منہ پہ بارہ بجے ہیں۔" احمد نے انس کو گود میں بھرا اور اس کے آنسو پونچھے۔ ثمن کی شکایت جڑی۔

"بس اتنی سی بات' کبھی تم دادو سے مجھے مار پڑتے دیکھ لو تو تمہیں پتا چلے۔ ارے یار' ماؤں سے مار کھانا ہماری روایت ہے۔ آخر تم میرے بیٹے ہو۔"

"جی نہیں' انس ناصر چاچو کا بیٹا ہے۔" دوسرے چچا نے اسے کھینچنا چاہا۔

"جی نہیں۔ احمد چاچو کا۔"

ثمن دونوں کو تکرار کرتے دیکھ کے مسکرا اٹھی۔

"اوہو۔۔۔! جھگڑا کس بات کا ہے۔" انس نے اپنے بازو چھڑائے۔ "آپ دونوں ڈی این اے ٹیسٹ کیوں نہیں کروا لیتے۔"

"کیا۔۔۔؟" بے ساختہ دونوں کے منہ سے نکلا۔

"ہاں۔۔۔ ڈی این اے ٹیسٹ سے سب پتا چل جاتا ہے' کون کس کا بچہ ہے۔ یہ بھی پتا چل جائے گا کہ میں آپ کا بیٹا ہوں یا احمد چاچو کا۔" وہ اپنا تازہ تازہ علم جھاڑ رہا تھا اور ثمن پہ جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا۔

دونوں دیور بھی نظریں چراتے کمرے سے نکل گئے۔

☆ ☆ ☆

"پتا ہے آپ کو' سدرہ نے اپنی ملازمہ کو فارغ کر دیا۔" نائلہ نے کھانے کے دوران اپنے شوہر کو تازہ ترین اطلاع دی۔ وہ زیادہ تر گفتگو ارسلان سے کھانے کی ٹیبل پہ ہی کرنے کی عادی تھی۔

"بچے کھانے پہ کیوں نہیں ہیں؟" ارسلان کی توجہ زیادہ بچوں پہ ہی رہا کرتی تھی۔ کون کیا کر رہا ہے؟ کیسا پڑھ رہا ہے۔ کیا کھا رہا ہے؟ کب سو رہا ہے' وغیرہ وغیرہ۔۔۔ اس نے نائلہ کے ڈیلی گوسپ پہ ذرا توجہ نہ دی۔

"ناعم نے ابھی سینڈوچز کھائے تھے' وہ دودھ پی کے سو جائے گا اور انعم کو میں خود ہی نہیں کھانے دے رہی۔ اسکول سے آنے کے بعد دو بار وومٹنگ کر چکی ہے۔ پتا نہیں کیا الا بلا کھا کے آئی ہے۔"

"تم پیسے کیوں دیتی ہو اسے۔" ارسلان نے فوراً" خود پہ فکر۔۔۔ طاری کر لی۔ وہ بچوں کے معاملے میں ایسا ہی حساس تھا۔

تم بھی نے کہ کینٹین میں ناقص اشیاء ملتی ہیں۔
تم سے تو تیار کر کے دیا کرو۔ نہ پیسے ہوں گے نہ النا
سیدھا خرید کے کھائیں گے۔"
میں نے کہا۔ "وہ گزر گئی۔ واقعی آج صبح
سستی کی وجہ سے ناشتا ہی جیسے تیسے تیار کیا تھا' سچ کہیے
تیار کرتی ہوں۔ آپ خود سوچیں' ایسے بچے کامپلیکس کا
شکار ہو جاتے ہیں۔ میں نے سمجھ لیا ہے۔ قہوہ بھی
بنایا ہے۔ ابھی ٹھیک ہو جائے گی۔ آپ یہ کباب
پلیز' بالکل نئی ریسپی ہے۔ یہ میں نے سدرہ کے
ہاں ہی کھائے تھے پہلی بار۔ اس کی ملازمہ کوثر نے
بنائے تھے۔ مجھے تو حیرت ہے کہ اتنی سیدھی دکھنے والی
لڑکی اور توبہ توبہ۔"
نہ چاہتے ہوئے بھی ارسلان کو توجہ دینی پڑی۔
"کیا ہوا۔؟"
"سدرہ نے اسے کسی سے فون پہ بات کرتے
ہوئے سن لیا تھا۔ اپنی ہی کسی ایسی دوست سے بات
کر رہی تھی جو اس کی طرح کسی گھر میں ملازمہ تھی۔
سدرہ نے بتایا' اسے قیمتی مشوروں سے نواز رہی تھی
کہ کس طرح گھر کے مالک کو اپنی اداؤں سے متاثر کیا
جا سکتا ہے۔ اس نے خود سنا' مٹک مٹک کے کہہ رہی
تھی۔
"بس آنے دو' اس نئے صاحب کو بھی۔ ایک ہفتے
کے اندر اندر اپنا دیوانہ نہ بنا لیا تو نام بدل دینا۔ ایسے ہی
نہیں یہاں اتنی کم تنخواہ پہ ٹکی ہوئی ہوں۔"
بس۔ سدرہ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ' چٹیا پکڑ کے اسے
نکال باہر کیا۔ پتہ نہیں کلوٹی کس زعم میں تھی۔ سدرہ
خود اتنی اسمارٹ' اتنی خوبصورت' اور راشد بھائی اتنے
ڈیسنٹ اور نفاست پسند وہ ہمارا ایسی کر حسین لڑکیوں
بیوی کے ہوتے ہوئے اس کالی' پیلی' موٹی ناک والی اور
ہزارہا جوس کی مالکہ اس گندی کو ہنسنے لگیں
کے مرد ذات کا واقعی کوئی اعتبار نہیں۔ میں بھی
انہیں زیادہ نہیں جانتی اس لیے ان کے

مضبوطی کی گواہی نہیں دوں گی۔ مگر مرد بھی کوئی
اسٹینڈرڈ ہوتا ہے کوئی لیول ہوتا ہے۔ یہ دو ٹکے کی
نوکرانیاں دل کو لبھانے والے ڈرامے دیکھ کر پھیل رہی
ہیں جن میں باپ سے لے کر بیٹا اور ماموں سے لے کر
بھانجا ہر کوئی گھر کی ملازماؤں سے عشق لڑا رہا ہوتا ہے
ارے وہ منی اسکرٹ پہننے والی' گوری اجلی صاف
ستھری' کوئی تک بھی ہے۔ بے شک ایسی ملازمائیں
وائٹ ہاؤس میں ہی ہوتی ہوں گی۔ ہمارے تمہارے
گھروں میں نہیں مگ۔"
"ماما۔ پھر سے ووسٹنگ۔" انعم کراہتی ہوئی
کمرے سے نکلی۔
"سچ سچ بتاؤ' کتنے سموسے کھائے تھے؟" ارسلان
نے سختی سے پوچھا۔
"نہیں پاپا۔ بالکل بھی نہیں۔"
"تو یہ ووسٹنگ' یہ کس خوشی میں ہے۔ جب سے
آئی ہو۔ الٹیاں ہی کیے جا رہی ہو۔" تمکن نے گھرکا۔
"ماما' آئی تھنک' میں پریگننٹ ہوں۔"
سات سال کی بیٹی سے یہ الفاظ سن کر ارسلان کلاز
تک نوالہ لے جاتا ہاتھ وہیں رہ گیا۔ اور اگلے ہی لمحے
وہی ہاتھ انعم کے گال پہ جما تھا۔
"کون سکھاتا ہے یہ خرافات۔" وہ دھاڑا۔
"جواب دو انعم۔ پاپا کیا پوچھ رہے ہیں۔" اور
سے دو سال بڑا ناعم بھی ڈپٹنے لگا۔
"بتاؤ' کون ہے اس ناجائز بچے کا باپ۔ تمہارے
پیٹ میں جو بچہ۔"
اس بار ارسلان سے پہلے نائلہ کا ہاتھ اٹھا۔
دونوں بچے آنکھوں میں آنسو بھرے گال
ہاتھ رکھے اپنے غم و غصے سے بے حال ہوتے ان
کو دیکھ رہے تھے' اور سوچ رہے تھے
"ہمارا قصور کیا ہے؟"
اور واقعی قصور ان کا کب ہے۔ آپ بتائیے
واقعی یہ ان کا قصور ہے؟